شیخ عبدالنبی گنگوہیؒ کی دینی خدمات

ارشاد الحق قدوسی

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی کتاب تاریخ مشائخ چشت کے صفحہ ۲۲۳ پر ایک عام انداز میں لکھا ہے کہ :-

"شیخ عبدالقدوسؒ نے اصلاح و تربیت کی خاطر حکومت سے رابطہ پیدا کیا تھا لیکن اُن کی اولاد نے حُبِ جاہ و زر کی خاطر شاہانِ مغلیہ کے آستانوں پر اپنی جبینوں کو جھکا دیا۔ شیخ عبدالنبی کے حالات عہدِ اکبری کی تاریخوں میں تفصیل سے درج ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حُبِ جاہ و زر نے اُن کے دینی جذبے کو بالکل ختم کر دیا تھا اور وہ مشائخ کے اصولوں کا قطعی احترام نہ کرتے تھے"

اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں پروفیسر صاحب موصوف نے ملا عبدالقادر بدایونی کی تالیف منتخب التواریخ اور مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب تذکرہ کا حوالہ دیا ہے۔ جہاں تک ملا عبدالقادر کی تالیف منتخب التواریخ کا تعلق ہے اس ضمن میں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ ملا عبدالقادر دربار اکبر کے ان علماء میں شامل تھے جو موقع پرست تھے اور زمانے کی ہوا کے ساتھ چل رہے تھے۔

منتخب التواریخ کے حوالے سے شیخ عبدالنبی کی شخصیت پر روشنی ڈالنا اس لئے یک طرفہ ہوگا کہ ملا عبدالقادر بدایونی کو اکبر کے دربار میں اس وقت تقرب حاصل ہوا جب کہ شیخ عبدالنبی دینِ الٰہی کی مخالفت کی وجہ سے معتوب ہو گئے تھے۔ ورنہ عروج کے زمانہ میں شیخ عبدالنبی گنگوہی کا تعارف ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی کتاب منتخب التواریخ کی تیسری جلد کے صفحہ ۷۹، ۸۰ پر ان الفاظ میں کرایا تھا :-

"شیخ عبدالنبی ولد شیخ احمد بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی چند مرتبہ در مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

رفتہ علم حدیث را خواند، بعدازاں کہ بازگشتہ آمد۔ از روشِ آبا و اجدادِ کرام سماع و غنا منکر بود و بروشِ محدثین سلوک می نمود۔ و بتقویٰ و طہارت و نزاہت و عبادتِ ظاہری اشتغال داشت و چوں بمنصب صدارت رسید جہاں جہاں زمین مدد معاش و وظائف و اوقاف بخلائق بخشید۔ چنانچہ در زمانِ ہیچ بادشاہے ایں چنیں صدرے باستقلال نگشتہ وعشرِ عشیر ایں اوقاف کہ اُو دادہ نداده بادشاہ را بنسبتِ او چناں اعتقاد پیدا شد کہ کفش پیش پائے او می نہادند۔ آخر بجہتِ مخالفت مخدوم الملک و سائر علمائے بدنفس۔

جاہلانند ہمہ جاہ طلب
خویش را چوں علما کردہ لقب

آں نسبت معکوس شد۔"

ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں شیخ عبدالنبی پر جو الزام لگایا ہے وہ یہ ہے کہ مسجد کے اماموں کو جاگیریں صدرالصدور کے دستخط سے ملتی تھیں۔ نیز یہ کہ شیخ کے متوسلین رشوت لیتے تھے۔

جہاں تک شیخ عبدالنبی کے صدرالصدور کی حیثیت سے مسجد کے اماموں کو جاگیریں عطا کرنے کا تعلق ہے اس سلسلے میں اخبارالاخیار کے مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کمزوری ہے، لیکن یہ کمزوری ایسی نہیں کہ اُن کی تمام خوبیوں کو نظرانداز کر کے انہیں ہدفِ ملامت بنایا جائے۔ یہ کمزوری تو اُس دَور کے تمام علماء اور شیوخ میں پائی جاتی تھی۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس داغ سے خود ملا عبدالقادر بدایونی کا دامن بھی محفوظ نہیں۔ پھر بحیثیت صدرالصدور مسجد کے پیش اماموں کے گزارے کے لئے اگر شیخ عبدالنبی نے اپنے دستخط سے جاگیریں عطا کیں تو اس میں برائی کا کون سا پہلو ہے، ظاہر ہے اوقاف سے مساجد میں کام کرنے والوں کے لئے تنخواہیں مقرر کرنا یا اُن کی معاشی خوشحالی کے لئے اُنہیں جاگیریں عطا کرنا کون سا گناہ ہے۔ دوسرا الزام کہ شیخ کے متوسلین رشوت لیتے تھے تو یہ الزام شیخ پر نہیں ہے بلکہ اُن کے متوسلین پر ہے، جس سے شیخ کی شخصیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ دراصل شیخ عبدالنبی گنگوہی اپنے عہد کے اُن متقی، نیک اور فاضل علماء میں سے تھے جنہوں نے دنیاداری کا خیال کئے بغیر ہمیشہ دینی

خدمات کو اپنی زندگی کا اہم ترین فریضہ سمجھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دوسرے علماء کی طرح کبھی اکبر کے دین الٰہی کو تسلیم نہیں کیا۔ اور یہ تاریخی حقیقت ان کی عظمت کی وہ دلیل ہے جس کی تردید ممکن نہیں۔

ملّا عبدالقادر بدایونی تو ابن الوقت تھے۔ جب تک شیخ عبدالنبی گنگوہی صدرالصدور کے عہدہ پر فائز رہے، ان کی تعریف و توصیف کرتے رہے اور جونہی وہ معتوب و معزول ہوئے انہوں نے شیخ پر لعن طعن شروع کر دی اور ان کی شان میں ہجو یہ اشعار کہنے لگے۔

گرچہ الشیخ کالنبی گفتند

کالنبی نیست، شیخ ماکنبی است

کنبی فارسی میں بھنگ فروش کو کہتے ہیں۔ ملا عبدالقادر نے اکبر بادشاہ اور اُس کے حواریوں کو خوش کرنے کے لئے شیخ کی تاریخ وفات ان الفاظ میں کہی۔

شیخ کنبی واصل بحق شد

یعنی بھنگ کا شیخ واصل بحق ہوا۔" واصل بحق" کو بھی انہوں نے ذومعنیٰ انداز میں استعمال کیا ہے۔ یعنی شیخ عبدالنبی کا وہی عبرت ناک انجام ہوا جس کے وہ حق دار تھے۔

تذکرہ علمائے ہند مؤلفہ مولوی رحمان مرحوم و مرتبہ و مترجمہ محمد ایوب قادری صاحب جسے پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی نے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا، کے صفحہ ۳۲۵ پر شیخ عبدالنبی گنگوہی کے حالات زندگی کے ضمن میں مذکور ہے کہ اکبر بادشاہ نے آپ کی غیر معمولی علمی صلاحیتوں اور تدیّن سے متاثر ہوکر ۹۷۲ھ بمطابق ۱۵۶۴ء صدرالصدور کے منصب جلیل پر فائز کیا۔ بادشاہ ان کے علمی تدین کا اس قدر معتقد تھا کہ ان کی جوتیاں سیدھی کرتا تھا۔ آخر مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطان پوری[۱]

۱۔ بزمِ تیموریہ مرتبہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن، مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڑھ کے صفحہ ۹۲ پر عبداللہ سلطان پوری کے حالاتِ زندگی کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ سلطان پور مضافاتِ لاہور کے رہنے والے تھے۔ اپنے عہد کے جیّد علماء میں سے تھے۔ عربی، اصولِ فقہ، تاریخ اور علوم منقولات میں اعلیٰ دست گاہ رکھتے تھے۔ اُن کی تصانیف میں عصمۃ انبیاء، شرحِ شمائل النبی صلعم اور شرح مُلّا مشہور تھیں۔ شیر شاہ نے ان کو صدرالاسلام کا خطاب بخشا تھا۔ سلیم شاہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور دوسرے علماء کے قضیہ سے معاملہ اُلٹا ہوگیا۔ اور اُنہیں ۱۵۸۹ء میں صدارت کے عہدے سے معزول کر دیا گیا۔

بہرحال جب تک اکبر بادشاہ شیخ عبدالنبی کے زیرِ اثر رہا بزمِ تیموریہ کے مؤلف کے بیان کے مطابق اُن کے فیضِ صحبت سے اکبر کی مذہبی وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ مسجد میں خود اذان دیتا اور ثواب کی خاطر مسجد میں جھاڑو بھی دیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ سالگرہ کی تقریب میں زعفران کا رنگ چھڑکا شیخ عبدالنبی نے دیکھا تو اس قدر برہم ہوئے کہ سرِ دربار لکڑی اُٹھا کر ماری، اکبر کو ناگوار ہُوا۔ محل میں جاکر ماں سے شکایت کی کہ شیخ خلوت میں منع کرتے تو کوئی حرج نہ تھا۔ دربار میں ذلیل کرنا مناسب نہ تھا۔ ماں نے کہا بیٹا دل پر میل نہ لانا۔ یہ نجاتِ اُخروی کا باعث ہے۔ قیامت تک چرچا رہے گا کہ ایک مفلوک الحال ملاّ نے بادشاہ کے ساتھ یہ حرکت کی۔ اور سعادت مند بادشاہ نے اس کو برداشت کیا۔[۱]

اس واقعہ سے شیخ عبدالنبی کی عظمت اور دینی مرتبہ ظاہر ہے۔

شیخ محمد اکرام نے اپنی کتاب رودِ کوثر میں مخدوم الملک کے حالاتِ زندگی کے بارے میں صفحہ ۹۴ پر لکھا ہے:۔

"مخدوم الملک نے اپنا اختیار و اقتدار ان دو کاموں کے لئے استعمال کیا۔ ایک تو کسبِ زر کے لئے اور دوسرے فسادِ مملکت کا خطرہ دکھا کے ہر اُس عالم اور درویش کو اذیت

(باقی حاشیہ) نے اپنے ساتھ تخت پر بٹھا کر ان کی خدمت میں بیس ہزار روپے کی مروارید کی تسبیح پیش کی تھی۔ ہمایوں نے از راہِ قدردانی ان کو مخدوم الملک اور شیخ الاسلام کے القاب عطا کئے، وہ اہلِ سنت والجماعت میں سے تھے۔ اور ہر حال میں شریعت کی پابندی کا خیال رکھتے تھے۔ اکبر کے زمانے میں شاہی دیوان خانہ کے وکیل تھے۔ ۹۹۰ھ میں انتقال فرمایا۔ اکبر کی حمایت میں جو محضر نامہ ترتیب دیا گیا تھا اُس پر طوعًا و کرہًا اُنہوں نے بھی دستخط کئے تھے لیکن محضر نامے کی تدوین کے بعد ان کے اور اکبر کے تعلقات اچھے نہیں رہے تھے۔

۱۔ مآثر الامراء۔ جلد دوم۔ منتخب التواریخ جلد دوم، اور تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۱۳۴ میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔

پہنچانے کے لئے جو اُن سے کسی مسئلہ میں اختلاف رکھتا تھا۔ جمع اموال کا یہ عالم تھا کہ جب وہ مرے تو تین کروڑ روپے نقد اُن کے گھر سے نکلے۔ اور اُن کے گور خانے میں چند صندوق ملے جن میں سونے کی اینٹیں چُنی ہوئی تھیں، جو مُردوں کے بہانے دفن کئے گئے تھے۔ ان کی طبیعت کا رنگ ظاہر پرستی کا تھا۔ وہ شرعی حیلوں سے شارع کا اصل مقصد ضائع کر دیتے تھے۔ زکوٰۃ اور حج جیسے ارکانِ مذہبی کی نسبت اُن کا عمل یہ تھا کہ سال کے اخیر میں تمام مال بیوی کے نام ہبہ کر دیتے تھے۔ اور وہ نیک بخت سال کے دَوران پھر اُنہیں واپس کر دیتی تاکہ اس حیلۂ شرعی سے زکوٰۃ سے بچ جائیں۔ اسی طرح جب حج کے متعلق اُن سے کوئی پوچھتا کہ " بر شما حج فرض شدہ" تو جواب دیتے، "نے"۔ وجہ یہ بتاتے کہ خشکی سے جائیں تو رافضیوں کے ملک سے گزرنا پڑتا ہے، تری کی راہ سفر کریں تو فرنگیوں سے عہد و پیمان کرنا پڑتا ہے۔ اور اس خیال کی تائید میں سو سے زیادہ روایتیں نکال رکھی تھیں"۔ (گلزارِ ابرار)

انہوں نے بعض نیک لوگوں پر مہدویت کا الزام لگا کر سخت اذیتیں پہنچائیں شیخ علائی کو جن کی نیکی حق پرستی اور علم وفضل کے سب مؤرخ گواہ ہیں کوڑوں سے اس طرح پٹوایا کہ وہ شہید ہو گئے۔ بعض علماء کی تصنیفات پر ذاتی عناد کی بنیاد پر کہہ دیتے کہ "از دے بوئے رفض می آید"۔

مآثر الامراء میں ان کے متعلق لکھا ہے:۔

"چوں ملا را عصبیت (کہ آنرا حمیت دین نامند) بیشتر بود۔ در پردۂ دینداری استیفائے قوتِ عصبی بروجہ اتم می نمود"۔

شیخ عبدالنبی اُن سے عمر میں کم تھے۔ اور اکبر بادشاہ اُن کا معتقد ہو گیا تھا۔ اس لئے مخدوم الملک نے عبادت خانے کے مباحثوں میں اُن پر نکتہ چینی شروع کر دی۔ اور شیخ عبدالنبی کے خلاف ایک رسالہ لکھا جس میں اس قسم کی باتیں تھیں کہ شیخ عبدالنبی نے خضر خان شروانی کو پیغمبر صلعم کو بُرا کہنے کی تہمت لگا کر اور میر حبش کو رفض کے الزام میں ناحق مروا ڈالا۔ اور اپنے والد سے حرمت سماع کے متعلق ان کا اختلاف تھا۔ اور ان کے والد نے انہیں عاق کر دیا تھا۔

مخدوم الملک نے شیخ عبدالنبی کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور علمی تدین سے جل کر ایک فتویٰ جاری کیا کہ شیخ کے پیچھے نماز جائز نہیں، کیونکہ اُسے باپ نے عاق کر دیا ہے، اور اُسے خونی بواسیر بھی ہے، غرض مخدوم الملک کی اس الزام تراشی اور بے بنیاد اتہامات کی وجہ سے شیخ عبدالنبی کا مرتبہ اکبر کی نظر میں کم ہوتا گیا۔

حقیقت حال یہ ہے کہ شیخ عبدالنبی ایک دیانت دار متقی عالم دین تھے۔ دینی خدمات کے سلسلے میں وہ سیاسی مصالح سے کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے کے لئے کبھی تیار نہ ہوئے۔ مخدوم الملک کی مخالفت اور ان کے ہمنوا علماء کی مشترکہ کوششیں ایک طرف تھیں تو دوسری طرف شیخ عبدالنبی کا بے داغ کردار اور دینی خدمات کے سلسلے میں بے باک رویہ بھی اُن کے زوال کا بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔ شہنشاہ اکبر علماء کی باہمی چپقلش کی وجہ سے دین سے بددل ہوتا جا رہا تھا۔ اُسی زمانے میں اکبر کے دربار میں ایک اور شخص پہنچ گیا، یہ فیضی اور ابوالفضل کا باپ شیخ مبارک تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس کے خلاف شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک نے اپنے عروج کے زمانے میں اکبر کو یہ کہہ کر بھڑکایا تھا کہ وہ اہل بدعت میں سے ہے اور مہدوی خیالات کا پیرو ہونے کی وجہ سے لوگوں کو گمراہ اور بددین کر رہا ہے۔ چنانچہ صدر الصدور شیخ عبدالنبی کی ہدایت پر اُس کی گرفتاری کے احکام جاری ہوئے۔ لیکن شیخ مبارک کو پتا چل گیا اور وہ مدتوں مختلف شہروں کی خاک چھانتا پھرا، ایک طویل عرصہ کے بعد جب شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک کے باہمی تنازعات کی وجہ سے اکبر علماء سے بدظن ہو گیا، اور اس کے دینی خیالات متزلزل ہونے لگے تو مرزا عزیز کوکہ جو شمس الدین محمد خان اعظم کا بیٹا اور اکبر کا رضاعی بھائی اور اس کا بچپن کا دوست تھا اور اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے دربار میں بھی اُسے تقرب حاصل تھا، کی سفارش پر شیخ مبارک کو اپنے وطن واپس آنے کی اجازت مل گئی۔ چنانچہ اُس نے بھی اکبر کو شیخ عبدالنبی کے خلاف بھڑکایا۔ اس کے علاوہ اُسی زمانے میں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ متھرا میں قاضی عبدالرحیم نے ایک مسجد تعمیر کرانے کے لئے کچھ سامان جمع کیا۔ ایک مالدار برہمن نے اُس سامان پر زبردستی قبضہ کر لیا، اور اس سامان سے ایک مندر تعمیر کرا دیا۔ قاضی صاحب نے جب اُس برہمن کو ایسا کرنے سے روکا تو اُس نے آنحضرت صلعم کو گالیاں دیں اور اسلام کے خلاف زہر اُگلا۔ قاضی عبدالرحیم نے شیخ عبدالنبی سے شکایت کی۔ آپ نے

اس برہمن کو طلب کیا۔ لیکن اس نے احکام کی پروا نہ کرتے ہوئے آنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار دربار شاہی سے ابوالفضل اور بیربل کو روانہ کیا گیا، جب وہ دربار میں حاضر کیا گیا تو ابوالفضل نے کہا واقعی اس برہمن نے ختمی مرتبتؐ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ لیکن اسے کیا سزا دی جائے۔ علماء نے مختلف رائیں پیش کیں۔ بعض نے کہا چونکہ اس برہمن نے نبی صلعم کی شان میں گستاخی کی ہے اس لئے اس کی سزا موت ہے۔ بعض کا کہنا تھا کہ اُسے سزائے موت کے علاوہ کوئی اور سزا دی جا سکتی ہے۔ اس سلسلے میں بعض علماء نے سزائے موت کی تائید میں امام اعظم ابو حنیفہ کا یہ فتویٰ پیش کیا کہ اگر کوئی ذمی نبی اکرم صلعم کی توہین کرے تو اس سے عہد شکنی اور ابراء ذمہ جائز ہے۔ شیخ عبدالنبی نے اکبر سے سزا کے بارے میں پوچھا تو اُس نے کہا کہ شرعی سزا کے بارے میں آپ ہی بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں مجھ سے کیا پوچھتے ہیں۔ غرض کہ ایک عرصہ تک اس مقدمہ کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ اس دوران میں راجپوت رانیوں نے شیخ عبدالنبی سے برہمن کی رہائی کی پُرزور سفارش کی۔ لیکن شیخ عبدالنبی نے شریعت کی متابعت میں درباری مصلحتوں کی پروا کئے بغیر برہمن کو قتل کی سزا دے دی۔ اس واقعہ سے رانیاں بھی شیخ کے خلاف ہوگئیں اور انھوں نے اکبر کو شیخ کے خلاف یہ کہہ کر اور بھڑکایا کہ اب یہ مُلّا اس قدر سر چڑھ گئے ہیں کہ آپ کی خوشی اور ناخوشی کی بھی پروا نہیں کرتے اور لوگوں کو آپ کے حکم کے بغیر ہی قتل کرا دیتے ہیں۔

شیخ عبدالنبی کے خلاف اکبر کو بھڑکانے والوں میں شیخ مبارک اور اس کے دونوں بیٹے فیضی اور فضل آگے آگے تھے۔ فیضی اور ابوالفضل نے اپنے باپ کے علم و فضل کا سکہ اس طرح جما دیا تھا کہ اکبر شیخ مبارک کو علم و فضل میں شیخ عبدالنبی سے زیادہ سمجھنے لگا تھا۔ اس کے علاوہ وہ علماء کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ شیخ مبارک نے اکبر کو سمجھایا کہ بادشاہ عادل خود امام اور مجتہدِ وقت ہوتا ہے اور اُسے ملکی اور شرعی اُمور میں ملاؤں سے مشورے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ شیخ مبارک نے بادشاہ کے مجتہد ہونے کے سلسلے میں ایک محضر تیار کیا۔ بادشاہ نے علماء کو اس محضر پر دستخط کرنے کے لئے طلب کیا۔ آخر علماء نے مجبوراً اس پر دستخط کئے۔ اس محضر پر مہریں لگانے والوں میں مخدوم الملک اور شیخ عبدالنبی کے علاوہ قاضی جلال الدین، قاضی خان بدخشی اور میراں صدر جہاں تھے، جو اس عہد کے اکابر علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔

علامہ عبدالحیٰ فخرالدین الحسینی نے اپنی کتاب نزہتہ الخواطر میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری کو محضر پر دستخط کرنے کے لئے طلب کیا گیا۔ جب وہ دونوں دربار میں آئے تو اہلِ مجلس میں سے کوئی شخص بھی اُن کی تعظیم کے لئے کھڑا نہ ہُوا۔ وہ دونوں اُس جگہ بیٹھ گئے، جہاں جوتے پڑے رہتے تھے۔ پھر ان دونوں نے بالاکراہ اس محضر پر دستخط کئے۔ اس طرح شیخ مبارک نے اپنے حریفوں سے انتقام لیا اور اکبر کو دینِ الٰہی رائج کرنے کی طرف راغب کر کے اسلام سے متنفر اور علمائے اسلام کے خلاف اُکسایا۔ اس محضر کے بعد علماء کی اہمیت اور عظمت بالکل ختم ہوگئی۔ بعد میں ابوالفضل نے دینِ الٰہی کے ضوابط مرتب کئے۔ اب تو آہستہ آہستہ دربارِ اکبری میں نصِ شرعی کی خلاف ورزی ہونے لگی۔ شیخ عبدالنبی نے اکبر کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی۔ مگر اب وہ اُن کے دشمن شیخ مبارک کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن چکا تھا۔ جونپور کے شیعہ قاضی القضاۃ ملا محمد یزدی نے فتویٰ دیا کہ بادشاہ بے دین ہوگیا ہے۔ دوسری طرف معز الملک قاضی القضاۃ بنگالہ نے بھی اکبر کے خلاف آواز بلند کی۔ اور ان دونوں کو قتل کرادیا گیا۔

منتخب التواریخ میں شیخ عبدالنبی اور اکبر کے درمیان نزاع کے سلسلے میں لکھا ہے کہ اکبر نے علماء سے سب سے پہلے یہ مسئلہ پوچھا تھا کہ کتنی آزاد عورتوں کو نکاح میں رکھنا جائز ہے۔ علماء نے جواب دیا کہ چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا منع ہے۔ اکبر نے کہا ہم نے شیخ عبدالنبی سے سُنا ہے کہ ایک مجتہد کے نزدیک تو نو عورتوں سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔ علماء نے کہا ہاں ایک مجتہد ابن ابی لیلیٰ کا یہ رجحان ہے۔ مگر اس پر عمل درست نہ ہوگا۔ بادشاہ نے شیخ عبدالنبی سے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا "میں نے جو کچھ کہا تھا اُس سے اُن اختلافات کا ظاہر کرنا مقصود تھا۔ اس کے جواز میں مَیں نے فتویٰ نہیں دیا تھا" بادشاہ کو شیخ عبدالنبی کا یہ جواب سخت ناگوار گزرا۔ اس کے علاوہ جزیہ کے سلسلے میں بھی شیخ عبدالنبی کی رائے اکبر کو ناپسند تھی۔ اکبر اپنی شاہی مہر پر "اللہ اکبر" کندہ کرانا چاہتا تھا۔ شیخ نے منع کیا۔ اس پر بھی وہ کبیدہ خاطر ہُوا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں شیخ عبدالنبی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ جوانی ہی میں علوم منقولہ کی تعلیم سے فارغ ہوکر مکہ معظمہ چلے گئے تھے اور وہاں کے عظیم المرتبت علماء اور فقہاء کی علمی صحبتوں سے فیض یاب ہونے کے بعد جب واپس وطن لوٹے تو

انہوں نے پہلے قوالی کے جواز میں ایک کتاب لکھی، اس کے بعد ایک رسالہ قوالی نہ سننے کے بارے میں سپرد قلم کیا۔ اگرچہ قوالی نہ سننے کے احکام کی کتاب لکھنے کے باعث ان کو بے انتہا تکلیفیں اٹھانا پڑیں، لیکن یہی کتاب ان کی شہرت کا سبب بھی بنی۔ ان کی دینی بصیرت اور علمی فضیلت کے پیش نظر انہیں صدر الصدور کے بلند عہدہ پر فائز کیا گیا۔ زمانہ صدارت میں آپ کی مہر میں یہ الفاظ تھے "لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین"۔ آپ نے وزیر اعلیٰ ہوتے ہی ظلم و استبداد کو ختم کیا، اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں نہایت دیانت داری کا ثبوت دیا جس کی وجہ سے دیگر علماء آپ سے حسد کرنے لگے۔ اکبر بادشاہ امور سلطنت میں آپ کے خوف سے بے راہ روی اختیار نہیں کر سکتا تھا اس لئے ان کے خلاف فضا کے ہموار ہوتے ہی ان کو اور مخدوم الملک کو مکہ معظمہ بھجوا دیا۔

مخدوم الملک اور شیخ عبدالنبی گنگوہی کو اکبر کے حکم کے مطابق ۱۵۸۰ء میں حج کے لئے روانہ ہونا پڑا۔ اخبار الاخیار میں مذکور ہے کہ چونکہ دونوں میں شروع ہی سے مخالفت تھی، بظاہر دونوں سفر میں ایک دوسرے کے رفیق تھے، لیکن دونوں کے دل صاف نہ تھے۔ جب مشرقی اضلاع میں مخالفت کی آگ بھڑکنے لگی تو دونوں شاہی حکم کے بغیر ہی ہندوستان واپس آ گئے، لیکن جب یہ دونوں علماء ہندوستان واپس آئے تو اکبر اپنے مخالفوں کو تہ تیغ کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

اکبر نامہ میں بیان کیا گیا ہے کہ مخدوم الملک شاہی عتاب سے اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ احمد آباد ہی میں مر گئے۔ لیکن شیخ عبدالنبی گنگوہی کو گرفتار کر کے ۱۵۸۲ء میں فتح پور سیکری لایا گیا اور شاہی حکم کے مطابق وزیر خزانہ راجہ ٹوڈر مل کو اس بات پر مقرر کیا گیا کہ وہ شیخ عبدالنبی سے اُن ستر ہزار روپیوں کا حساب لے جو اکبر نے انہیں حج پر روانگی کے وقت صدقہ و خیرات کے لئے دیئے تھے۔ اس عرصہ میں شیخ عبدالنبی گنگوہی کو بندی خانہ میں قیدی کی طرح رکھا گیا۔

نزہتہ الخواطر اور مآثر الامراء کے مصنفین نے لکھا ہے کہ حساب لینے کے لئے اکبر نے ابوالفضل کو مقرر کیا تھا۔ طرب الاماثل کے مصنف مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے لکھا ہے کہ شیخ عبدالنبی نے اکبر کی هدایت کے مطابق وہ تمام رقم جو انہیں دی گئی تھی مولانا شیخ الاسلام قاضی حسین کے ذریعہ مکہ

کے تمام مستحق لوگوں میں تقسیم کر دی تھی، اور جب وہ ماہ رجب ۹۸۶ھ میں ہندوستان لوٹے تو اہلِ خیر میں سے تھے۔ (نزہتہ الخواطر بحوالہ طرب الاماثل)

اخبار الاخیار، منتخب التواریخ اور رود کوثر میں مذکور ہے کہ شیخ کی وفات سے قبل اکبر نے بھرے دربار میں شیخ عبدالنبی کی اہانت کی اور اُن کے منہ پر مکا مارا۔ شیخ نے فرمایا "میاں مکا کیوں مارتے ہو، چھری کیوں نہیں مارتے"۔

ایک عرصہ تک شیخ شاہی قید خانے میں بند رہے۔ انہوں نے کلمۃ الحق کے اظہار میں کبھی روباہی اختیار نہ کی۔ اس دیانت، حق گوئی، جرأت اور بے باکی کی وجہ سے آخر ۹۹۱ھ میں اس متقی اور حق گو عالم دین کو گلا گھونٹ کر شہید کر دیا گیا۔ اس طرح شیخ عبدالنبی گنگوہی نے حالات سے مصالحت کرنے کی بجائے حق و صداقت پر اپنی جان قربان کر کے علمی تدین کی جو روشن مثال قائم کی وہ ان کی شخصی عظمت اور ان کے بے ریا اور بے داغ کردار کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ حق و صداقت کی سربلندی کے سلسلے میں شیخ عبدالنبی نے ایک مخلص عالم دین کا جو کردار پیش کیا ہے اُس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ عبدالنبی کا گلا گھونٹنے کے بعد دوسرے دن دوپہر تک ان کی لاش مناروں کے میدان میں بے گور و کفن پڑی رہی۔ [1]

صاحب اخبار الاخیار نے شیخ عبدالنبی کے زوال کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"و بادشاہ وقت را با وے اعتقاد عظیم پیدا شد و مردم بسبب آں در نظرِ اعتبارش بحقارت در آمدند باشراف و افاضل کمتر از مراتبِ ایشاں سلوک بنمود و ہر کہ بمزاج او راست نشد بمعیار قبول او تمام نیامد محروم ماند"۔ [2]

شیخ عبدالنبی عہد اکبر کے جلیل القدر اور عالی مرتبت علماء میں سے تھے۔ اور یہ بات بدیہی ہے کہ ہر شخص جو بات اُس کے مزاج کے مطابق نہ ہو اُسے ناپسند کرتا ہے۔ پھر شیخ عبدالنبی جیسے عظیم عالم دین سے اس بات کی توقع رکھنا کہ وہ مصلحتِ وقت کے تقاضوں کے آگے سر جھکا دیتے یا اپنے ہم عصر علماء

۱۔ "شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اور ان کی تعلیمات"۔ مصنفہ مولانا اعجاز الحق قدوسی۔ صفحہ ۵۲۲۔

۲۔ اخبار الاخیار۔ ص ۲۲۲۔

کی بے راہ روی پر انہیں نہ ٹوکتے، عبث تھا۔ اور نہ ہی ان کے زوال کی اصل وجہ ان کے مزاج کی یہ بے باکی تھی۔ بلکہ اصل وجہ تو اکبر اور اس کے درباری علماء، روساء اور بد دین اور بد طینت مشیرانِ کار کی وہ سازشیں تھیں جن کے ذریعہ وہ اکبر کو بے دین بنا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتے تھے۔

شیخ عبدالنبی گنگوہی نے دین کی بے باک ترجمانی اور علم کی اشاعت میں بڑی بے جگری اور سخت جانفشانی سے کام کیا۔ ان کی تصنیف کردہ کتابوں میں حسبِ ذیل کتابوں کے نام بڑی اہمیت رکھتے ہیں:

۱۔ وظائف النبی :۔ اس کا قلمی نسخہ صوفی بشیر احمد صاحب قدوسی سجادہ نشین حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی (کراچی) کے پاس موجود ہے۔ اسی کتاب کا دوسرا قلمی نسخہ شکار پور سندھ کی علویہ لائبریری میں موجود ہے۔ اس کتاب میں ختمی مرتبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات، آداب اور اوراد کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں، اور یہ کتاب ۴۹ ابواب پر مشتمل ہے۔

۲۔ رسالہ فی رد طعن القفال المروزی علی الامام ابی حنیفہ :۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد دکن آندھرا پردیش بھارت میں موجود ہے۔ اس کتاب میں شیخ عبدالنبی گنگوہی نے قفال مروزی کے اُن تمام اعتراضات کا جواب بڑے مدلّل انداز میں دیا ہے جو قفال نے حنفی مکتبِ فقہ پر کئے ہیں۔

۳۔ رسالہ حرمت السماع :۔ یہ رسالہ شیخ عبدالنبی گنگوہی نے سماع کی حرمت کے بارے میں اپنے والد شیخ احمد بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ کی اُس کتاب کی تردید میں لکھا تھا جو سماع کی تائید میں تھی۔

۴۔ سنن الہدیٰ فی متابعۃ المصطفیٰ :۔ اس کتاب کا نسخہ مجلس علمی ٹاور کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس میں ہدایت پر مبنی اُن آداب و مسائلِ حیات کے بارے میں لکھا ہے جن پر چلنے کی تاکید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔

شیخ عبدالنبی کے تدین اور حق پرستی کے ان واقعات کی روشنی میں اور متذکرہ بالا چار اہم اور وقیع تصانیف کی موجودگی میں ان کے اپنے عہد کے علماء اور بعد میں آنے والے تمام اُن بزرگوں کے اعتراضات کوئی اہمیت نہیں رکھتے جو اُن پر مفاد پرستی اور حبِ جاہ و زر کے بے بنیاد الزامات تراشتے ہیں۔

شیخ عبدالنبی گنگوہی کی دینی خدمات کے سلسلے میں وظائف النبی کے قلمی نسخے کے ناقل شاہ عطا حسین نے لکھا ہے کہ :-

"شیخ عبدالنبی نے گنگوہ میں ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی تھی۔ اُس کے مینار اتنے بلند تھے کہ اُن پر سے دریائے جمنا صاف نظر آتا تھا، اس کے علاوہ قصبہ گنگوہ کے محلہ سرائے میں بڈھا باغ کے پاس ایک حویلی بھی تعمیر کرائی تھی۔"

فٹ نوٹ:- تذکرہ علمائے ہند مطبوعہ ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی کے صفحہ ۳۲۶ میں مذکور ہے کہ دہلی میں بھی شیخ عبدالنبی کی تعمیر کرائی ہوئی ایک مسجد "مسجد شیخ عبدالنبی" موجود ہے، جس پر فیضی کا یہ قطعہ کتبہ کی صورت میں نصب ہے :-

فی زمان خلیفۃ الاکبر	اکبر کے عہد حکومت میں، اللہ اس کی
ابد اللہ ذاتہُ النفاع	فائدہ بخش ذات کو دوام عطا کرے۔
قد بنی بقعۃ مقدسۃ	تحقیق بنایا ایک مقدس بقعہ جس کی اطراف
مثلها لا یکون فی الاقطاع	میں مثال نہیں۔
شیخ الاسلام زائر الحرمین	شیخ الاسلام جو حرمین کے زائر تھے اور بالاجماع
شیخ اھل الحدیث بالاجماع	وہ شیخ اہل حدیث تھے۔
شیخ عبدالنبی نعمانی	ان کا نام شیخ عبدالنبی تھا جو نعمان بن ثابت یعنی امام
معدن العلم منبع الانفاع	ابوحنیفہ کی اولاد میں سے تھے وہ علم کا خزانہ تھے اُن کی ذات
سال تاریخ این بنا فیضی	بڑے ہی فوائد کا مخزن تھی ۔ اس بقعہ کی تاریخ کی
سال العقل قال خیر بقاع	بابت فیضی نے عقل سے سوال کیا تو اس نے
۹۸۳ھ	جواب دیا کہ خیر و برکت والا بقعہ۔

مولانا عبدالحیٔ نے اپنی کتاب نزہۃ الخواطر کی چوتھی جلد میں شیخ عبدالنبی کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

"محدث عالم شیخ عبدالنبی بن شیخ احمد بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی ہندوستان کے علماء میں سے ایک عالم تھے۔ جو گنگوہ میں پیدا ہوئے اور انہوں نے قرآن مجید، فقہ، عربی اور تمام علوم کی تعلیم ہندوستان

کے مختلف شہروں میں حاصل کی۔ پھر حرمین شریفین گئے اور وہاں شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی المکی اور دوسرے محدثین سے حدیث کی سماعت کی اور ایک طویل عرصے تک وہاں کے شیوخ کی خدمت میں رہے۔ پھر وطن واپس آنے کے بعد بھی کئی مرتبہ حجاز گئے اور وہاں ایک طویل عرصہ تک شیوخ کی صحبت میں رہے۔ یہاں تک کہ محدثین کے مسلک پر پختہ ہو گئے۔ پھر اپنے وطن لوٹے اور مسئلہ سماع، وجد، وحدۃ الوجود، اعراس اور اکثر اصول مشائخ صوفیاء میں اپنے گھر والوں کی مخالفت کی اور سنت خالصہ اور طریقۂ سلف صالحین کی بڑے زور شور سے دلیلوں اور برہانوں کے ساتھ تائید کی۔ اُن کے والد اور چچا اُن سے ناراض ہو گئے، یہاں تک کہ راہِ حق میں اُنہیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں، اور انہیں سنت کی تائید کے خلاف ڈرایا دھمکایا گیا۔ آخر اُن کے مخالفوں نے اُنہیں اپنے وطن اور گھر سے نکال دیا"

شیخ عبدالنبی نے شریعت کی پابندی، حق پرستی اور بے باکی کا جو ثبوت دیا وہ اُن کی غیر معمولی دینی حمیت کی روشن دلیل ہے۔ کوئی ایسی بات شیخ عبدالنبی کی زندگی میں نہیں پائی جاتی جو شرعی نقطۂ نظر سے قابلِ مواخذہ ہو۔ مستند تواریخ میں شیخ عبدالنبی کے حالاتِ زندگی کے مطالعہ سے تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اپنے فیضِ صحبت سے اکبر کے جذبۂ دینی کو بیدار کیا اور اس کی بے راہ روی پر ہمیشہ اُسے ٹوکا۔ اور اس وقت جب کہ دوسرے علماء دین کی اصل روح کو "دین الٰہی" کے سانچوں میں ڈھال کر مسخ کرنے کی کوشش کر رہے تھے انہوں نے وقتی مصلحتوں کا ساتھ دینے کے بجائے اعلائے کلمۃ الحق کا راستہ اختیار کیا، اور حق کی حمایت اور باطل کی مخالفت میں اپنی جان تک قربان کر دی۔